خواجہ غلام فریدؒ کی سرائیکی شاعری کے اُردو نثری تراجم کا تجزیاتی مطالعہ

سعدیہ کمال

Abstract:

Khawja Fareed is an unmatched poet of Sarakai language. His poetry has not only introduced creativity and intellectual maturity in Saraiki literature but also to the whole society for more than a century.

The poetic verses of Khawja Fareed is on the one hand a great asset of Saraiki literature and on the other hand his Saraki verses cover diversity of subjects. His poetry is also translated in Urdu.

In a monthly magazine Al Farid published in 1930 from Multan, the literary work of Molana Ghulam Muhammad Jam Puri on Urdu Prose of Kalam e Farika was published.

Likewise, those who individually worked on Kafi's of Ghuli Fareed included Hakeem Abdullah Khan, Molana Noor Ahmed Faridi, Justice Muhammad Akbar, MolanaTalut and others.

In 1944 Molana Aziz Ur Rehman for the first time translated complete Deewan a Fareed. After that in the three decades from 1910 to 1950 few literary figures who endeavored to translate Kafi of Kalam a Fareed in Urdu were MolanaYar Muhammad, Riaz Anwar, Kafi Jam Puri, Abdul Karim Tonsvi, Prof. DilshadKalanchi.

In 1980 Molana Noor Ahmed Faridi did prose translation of Deewan a Fareed. In 1981, Dr. Mehr Abdul Haq did translation titled Piam e Fareed which was published by Saraiki literature board. In 2006 Khawja Tahir MehmoodKorija did Urdu prose translation of chronicle papers.

Translation is itself an art and it is not necessary for it that a great scholar must be a good translator. Whereas for the Urdu prose translation of Kalam e Farid it can be stated that he tried his best to produce quality transcript.

ترجمہ کیا ہے یہ ایک بنیادی سوال ہے مگر اس کا جواب بالکل سادہ نہیں ہے، اس کی وجہ ترجمے کی اہمیت اور افادیت ہے جو ہمیں اس جانب راغب کرتی ہے کہ ترجمے کے معنی اور مطالب کو سمجھا جائے، اس بارے میں ڈاکٹر حامد بیگ کہتے ہیں:

> "میرے خیال میں ترجمہ ایک زبان میں پیش کردہ حقائق کو دوسری زبانوں میں منتقل کرنا ہے کسی تحریر، تصنیف یا تالیف کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنے کا عمل ترجمہ کہلاتا ہے۔"(1)

خواجہ فریدؒ سرائیکی زبان کے عہد ساز اور بے مثال شاعر ہیں ان کی شاعری ایک صدی سے زائد عرصہ سے سرائیکی وسیب کو ہی نہیں پاکستان اور پورے انسانی معاشرے کو فکری اور تخلیقی بالیدگی عطا کرتی رہی ہے۔ خواجہ فریدؒ کا کلام جہاں سرائیکی ادب کا عظیم اثاثہ ہے وہاں ان کی سرائیکی کافیاں اپنے مضامین کے حوالے سے انتہائی متاثر کن دلنشین اور متنوع اہمیت کی حامل ہیں۔ خواجہ فریدؒ کی شاعری ادبی، عملی اور فکری اہمیت رکھتی ہے۔ خواجہ فریدؒ ہمیں تہذیبی، سماجی اور سیاسی سطح پر ایک فکری اور تخلیقی رہنمائی عطا کرتے ہیں۔

خواجہ فریدؒ کے آفاقی کلام کی اہمیت اور جاذبیت کی بنا پر 1930ء میں ان کے سرائیکی کلام کا اردو میں ترجمہ کا آغاز ہو گیا۔ ملتان سے شائع ہونے والے ماہنامہ رسالے "الفرید" کے جنوری 1930 کے شمارے میں مولانا غلام رسول جام پوری کے کلام فریدؒ کا اردو نثری ترجمہ شائع ہوا، اس طرح انفرادی طور پر کلام فرید کی متعدد کافیوں کا نثری ترجمہ کرنے والوں میں حکیم محمد عبداللہ خان، مولانا نور احمد فریدی، جسٹس محمد اکبر، مولانا عبدالرشید نسیم طالوت اور دوسرے شامل ہیں۔ خواجہ فریدؒ کے مکمل دیوان کا اردو نثری ترجمہ 1944ء میں ہوا، ڈاکٹر سجاد حیدر پرویز ای بارے میں لکھتے ہیں:

> "سال 1944ء میں والی ریاست بہاولپور کے حکم سے ادارہ تصنیف و تالیف بہاولپور میں پہلی بار مکمل دیوان فرید مع اردو نثری ترجمہ شائع کیا۔"(2)

یہ ترجمہ مولانا عزیز الرحمان عزیز کی کاوش ہے، یہ نثری ترجمہ مکتبہ عزیزیہ بہاولپور کے تحت شائع ہوا، بلاشبہ یہ کلام فریدؒ کے اردو ترجمے کی طرف ایک اہم عہد ساز قدم تھا،اس کے بعد تین عشروں کے دوران میں 1950ء سے 1970ء تک بعض اہل قلم کی جانب سے کلام فریدؒ کی چند کافیوں کی شرح اور اردو ترجمے کی کوشش کی گئی۔ان ترجمہ کرنے والوں میں مولانا یار محمد، ریاض انور، کیفی جام پوری، عبدالکریم تونسوی، پروفیسر دلشاد کلانچوی اور متعدد دوسرے شامل ہیں۔ 1981ء میں مولانا نور احمد فریدی نے دیوان فریدؒ کا اردو نثری ترجمہ کیا۔ یہ مکمل دیوان کا ترجمہ ہے اور دو جلدوں پر مشتمل ہے، 1987ء میں ڈاکٹر مہر عبدالحق نے خواجہ فریدؒ کی کافیوں کا اردو نثری ترجمہ ''پیامِ فرید''ؒ کے نام سے کیا۔ یہ ترجمہ سرائیکی ادبی بورڈ بہاولپور نے شائع کیا۔ 2006ء میں قدیم قلمی نسخوں کا اردو نثری ترجمہ خواجہ طاہر محمود کوریجہ نے کیا جو مکمل دیوان فریدؒ کے عنوان سے شائع ہوا۔ خواجہ فریدؒ کے مکمل کلام کو اردو نثری ترجمے کرنے والوں میں مولانا عزیز الرحمن، مولانا نور احمد فریدی، ڈاکٹر مہر عبدالحق اور خواجہ طاہر محمود کوریجہ کے نام شامل ہیں۔

مولانا عزیز الرحمن کا مکمل دیوان فرید کا اردو نثری ترجمہ 1944 میں شائع ہوا اور بعد ازاں 1993ء میں اردو اکیڈمی بہاولپور نے اسے دوبارہ شائع کیا۔ مولانا عزیز الرحمن پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> ''میں نے اس ترجمہ کے متعلق پہلا کام یہ کیا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے قلمی اور مطبوعہ دیوانوں کے جس قدر نسخے مجھے مل سکے وہ بہم پہنچائے اور پھر دیوان کا کئی بار بغور مطالعہ کر کے ان مشکل مقامات کو جمع کیا جن میں مجھے اپنی فریدی جہات کی ضرورت معلوم ہوئی تھی۔ ایک فہرست مرتب کر کے علیحدہ طبع کرائی گئی اور جہاں جہاں قابل بزرگ کی موجودگی کا علم ہوا میں نے وہ چھپی ہوئی فہرست ان کو بھیج دیں۔ بہت سے بزرگوں نے جواب تاجواب سے بندہ کوں ممنون و متشکر فرمایا۔''(3)

مترجم کی رائے سے واضح ہوتا ہے کہ دیوان فریدؒ کے اس اولین اردو نثری ترجمے میں انہیں دیگر اہل علم و فضل کا فکری اور علمی تعاون میسر رہا جن کی وجہ سے تحقیق طلب مراحل خوش اسلوبی سے طے کیے گئے مترجم اس کاوش کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''اس میں شک نہیں کہ کسی زبان کے خیالات اور الفاظ کو دوسری زبانوں میں منتقل کرنا آسان کام نہیں اور بالخصوص نظم کا ترجمہ تو اور بھی زیادہ دشوار ہے۔۔۔ ہماری مادری زبانوں کی

یہ پہلی کتاب ہے جس کا ترجمہ اردو زبان میں کیا جارہا ہے ترجمہ خواہ کتنا ہی عمدہ، شستہ، برجستہ کیوں نہ ہو اصل کی تمام خوبیوں کو پوری طرح قائم نہیں رکھ سکتا۔(4)

جن مترجم حضرات نے حضرت خواجہ فریدؒ کے کلام کا نثری ترجمہ کیا ہے وہ خواجہ صاحب کے کلام کے اثر کو اردو میں برقرار رکھ پائے ہیں۔اس کا ہمیں جائزہ لینا ہو گا۔اگر مولانا عزیزالرحمن عزیز کے نثری ترجمے کا تجربہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے ترجمہ نگاری کے معیار کے اصولوں کو مد نظر رکھا ہے جبکہ اس وقت یہ اصول اور معیار واضح نہیں ہوتا۔

مولانا عزیزالرحمن عزیز نے بعض کافیوں کے ترجمے میں سرائیکی کے بعض الفاظ کو اردو میں مستعار لیا ہے۔ان الفاظ میں سرائیکی زبان کا تہذیبی، ثقافتی اور لسانی حسن واہمیت پنہاں ہے۔انہوں نے ایک کافی کے ایک بند کا اردو نثری ترجمہ کرتے ہوئے بیبے، بُولے، بینسر، نوے اور رمجھول کو ہدفی زبان کو اردو میں مستعار لیا ہے جس سے ترجمے میں اصل متن کے مفہوم و معنی میں دل کشی اور حسن پیدا ہو گیا ہے۔اسطرح دربوں اور گڈپوں ایسے الفاظ ہیں جن کے ہم پلہ و مساوی الفاظ اردو میں ملنا ناممکن ہے۔کیونکہ یہ الفاظ روہی کی تہذیب وثقافت سے گہری وابستگی کے تناظر میں ہی سمجھے جا سکتے ہیں۔اس لیے مترجم نے ان الفاظ کی وضاحت حل لغات میں درج کی ہے۔ مولانا عزیزالرحمن نے خواجہ غلام فریدؒ کی سرائیکی کافیوں کا اردو نثر ترجمہ کرتے ہوئے حل لغات میں سرائیکی کے ٹھیٹھ الفاظ معانی اور بناوٹی کی حکمت عملی سے پڑھنے والوں کے لیے ترجمہ اور ترجمانی کی ہے۔انہوں نے سرائیکی کے بعض الفاظ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ ان الفاظ کی معنویت میں کوئی فرق نہ آنے پائے اور یہ ان کے ترجمے میں مہارت کا ثبوت ہے۔

انہوں نے بعض کافیوں کا اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے سرائیکی الفاظ کی جگہ ہدفی زبان اردو کے الفاظ استعمال کیے ہیں جیسا کہ انہوں نے ایک کافی میں سرائیکی لفظ ''بچھوا'' کی جگہ پازیب استعمال کیا ہے۔ فن ترجمہ نگاری کے مطابق ہم پلہ، ہم معنی الفاظ کے تلاش کٹھن اور دشوار کام ہے، مولانا عزیز نے سرائیکی زبان کے اکثر الفاظ کے ترجمے کے لیے ہدفی زبان استعمال کر کے الفاظ کے ہم معنی کو ممکن بنادیا ہے اور اس تناظر میں ان کی کاوش ترجمہ قابل تحسین ہے۔

مترجم مولانا عزیزالرحمن عزیز کے کلام اقبال کے اردو نثری ترجمہ کی خاص بات ان کا ترجمہ کافی کے شعروں کے مطلب کی صحیح ترجمانی ہے۔وہ مصرعوں کے مطالب کی وضاحت بھی کرتے ہیں جہاں اس کی ضرورت پڑتی ہے

اور وہ اس طرح کی تشریح بھی کرتے ہیں ان کے ترجمے کا اسلوب سادہ ہے اور سلیس انداز بیاں کے ساتھ مفہوم کی ترجمانی احسن طور پر کی ہے، انہوں نے کلام فرید کے متن کے ساتھ مشکل الفاظ کے لغاتی اور بناوٹی معنی بھی درج کیے ہیں جو پڑھنے والوں کے لیے تفہیم فریدؒ کے سلسلہ میں معاونت کرتا ہے۔ انہوں نے ترجمہ کرتے ہوئے جن الفاظ کے معنی سے مطمئن نہیں ہو پاتے وہاں وہ دوسرے مستند حوالوں سے مشکل الفاظ کے مفہوم کے ضمن میں توجیہہ بھی بیان کرتے ہیں۔

مولانا عزیز الرحمن عزیز کے دیوان فریدؒ کے نثری ترجمے کی ایک خاص بات بعض تہذیبی، ثقافتی، ٹھیٹھ لسانی خصوصیت رکھنے والے الفاظ اور مقامات کی خوبصورت انداز میں ترجمانی کرنا ہے۔ ان کا ترجمہ بعض لفظی نہیں ہے اور لفظیات کے ساتھ رمز، علامات، اشارے، کنائے، تلمیحات کی وضاحت کی خاطر تشریح کرتے ہیں، کلام فریدؒ میں جہاں کہیں عربی الفاظ، آیات قرآنی استعمال کیے گئے ہیں۔

مولانا عزیز الرحمن عزیز نے ترجمہ کرتے ہوئے ان عربی الفاظ و آیاتِ قرآنی کی تشریح کی ہے، ان کا ترجمہ اگرچہ عام فہم اور سادہ زبان میں ہے لیکن اس بات کی اہمیت اس حوالے سے بھی زیادہ ہے کہ یہ اردو نثری ترجمہ کے کلام فریدؒ کے مستند کلام کا ترجمہ ہے۔ اس کے علاوہ یہ اردو نثر میں باقاعدہ ترجمہ تاریخی اہمیت کا حامل پہلا کام ہے۔ خواجہ فریدؒ کی سرائیکی کافیوں کا ترجمہ کرنے والوں میں مولانا نور احمد فریدیؒ شامل ہیں، انہوں نے خواجہ فریدؒ کے دیوان کا اردو نثری ترجمہ کیا ہے۔ اس میں تشریح بھی شامل ہے۔ اس کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد 1983ء میں شائع ہوئی ان کے نثری ترجمہ کی پہلی جلد کے 835 اور دوسری جلد کے 784 صفحات ہیں ان کا یہ ترجمہ مولانا عزیز الرحمن عزیز کے دیوان فریدؒ کے اردو نثری ترجمہ کی اشاعت کے 39 سال بعد منظر عام پر آیا۔ ترجمہ مولانا نور احمد فریدی اپنی کاوش ترجمہ اور شرح کے ضمن میں لکھتے ہیں:

> "دیوان شریف کے ترجمے اور شرح کا کام خاکسار کی بساط سے باہر تھا اگر اس سلسلے میں احباب کی پر خلوص قلمی امداد کے ساتھ تائید شامل نہ ہوتی تو نیاز مند شاید اس فریضہ سے عہد برآنہ ہو سکتا۔ سب سے پہلے بندہ نے اہلِ علم دوستوں کو خطوط لکھ کر وہ کتابیں حاصل کیں جو ترجمہ اور شرح کے سلسلے میں میری مدد و معاون ہو سکتی تھیں۔ پھر خاکسار نے دیوان شریف کے صحیح نسخے کی تلاش شروع کی اور وہ احقر کی نظر میں دبیر الملک کا مطبوعہ دیوان ہی ہو سکتا تھا۔ سیٹھ عبید الرحمن صاحب سے رجوع کیا اگرچہ ان کے پاس صرف ایک ہی نسخہ تھا اور وہ کسی قیمت پر بھی اپنے سے جدا کرنے کو تیار نہ تھے، لیکن اس شفقت اور محبت کی بناء پر جو وہ اپنے ہم محترم

دبیر الملک مرحوم کا دیرینہ رفیق سمجھ کر اس امر سے روا رکھتے تھے یہ گراں قدر اور قیمتی تحفہ ارسال کر دیا۔ چونکہ پہلے ایڈیشن کی ترتیب و تدوین میں بندہ کا کافی حصہ تھا۔ خاکسار کو علم تھا کہ دیوان شریف کی لغت کتنے ہفت خواں طے کرنے کے بعد تیار کی گئی تھی۔ اس لیے حل نفاق بعینہ قائم رکھا، ترجمہ اور تشریح کا کام احقر نے اپنی صوابدید کے مطابق کیا مگر ترجمے میں بعض فقرات ایسے آئے جو اتنے پیارے اور دل نشین اور عام فہم تھے کہ نیاز مند نے تدوین ایڈیشن کو ان کے استغاثہ سے محروم رکھنا مناسب نہ سمجھا۔"(5)

ناقدین کی رائے میں مولانا نور احمد فریدی کا ترجمہ اشعار کے مضمون کی مناسبت سے کفائیت لفظی معنی یعنی اختصار کا حامل نہیں ہے۔ غیر ضروری طوالت پر مشتمل تشریح اور اختصار سے گریز کے باوجود مولانا نور احمد فریدی کی کاوش لائق تحسین ہے۔ انہوں نے نہایت محنت اور توجہ کے ساتھ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی تمام کافیوں کا اردو نثری ترجمہ کیا ہے اور یہ ترجمہ و تشریح 1619، صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا نور احمد فریدی کا ترجمہ کلام کے تراجم کو فن اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ مولانا نور احمد فریدی ترجمے کے بنیادی اور اہم تقاضوں سے پوری طرح آگاہ تھے۔

مولانا نور احمد فریدیؒ نے حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی سرائیکی کافیوں کا اردو نثر میں ترجمے اور تشریح کرتے ہوئے عقیدت و محبت کا جذبات کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ اس سے ان کے فکری رجحان کا بھرپور انداز میں اظہار ہوتا ہے۔ انہوں نے رومانوی داستانوں کے کرداروں کے عشق مجازی کی تشریح اور تفہیم کو غیر ضروری طور پر عشق حقیقی کے روپ میں پیش کیا ہے۔ مولانا نور احمد فریدی نے مولانا عزیز الرحمن کی کاوش کے سلسلہ کو آگے بڑھایا ہے ان کا ترجمہ با محاورہ اور آسان زبان میں ہے جہاں وہ محسوس کرتے ہیں کہ وہاں پڑھنے والوں کی رہنمائی کے لیے تشریح کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ انہوں نے سرائیکی ادب کو اردو نثر میں منتقل کرنے کی روایت کو جاری رکھنے کی قابل قدر کوشش کی ہے۔ کلام فریدؒ کے اردو نثری ترجمہ پر مشتمل دو جلدوں میں ڈیڑھ ہزار سے زائد صفحات کے حوالے سے یہ ترجمہ سب سے زیادہ ضخیم ہے۔

مولانا نور احمد فریدی کے کلام فریدؒ کے ترجمہ و تشریح کی اشاعت کے چار برس بعد ڈاکٹر مہر عبدالحق نے حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی کافیوں کا اردو نثری ترجمہ شائع کرایا۔ یہ ترجمہ موضوعات کی ترتیب سے شائع کیا گیا اس کی پہلی اشاعت کی تعداد ایک ہزار درج کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر مہر عبدالحق لکھتے ہیں:

"اہل رائے ادیبوں کا ارشاد تھا کہ کافی کے ہر بند کے نیچے ہر الفاظ کے معنی سادہ اور سلیس اردو میں لکھ دیئے جائیں اور اس کے بعد بند مذکور کا لفظی ترجمہ دیا جائے تشریح یا وضاحت نہ کی جائے کیونکہ اس سے شارح کے اپنے نقطۂ نظر کی رنگ آمیزی تاری کی حس فدآں پر گراں گزرتی ہے لفظی معنی درج کرنے کے بعد آکر کہیں کہیں رواں ترجمہ بھی آجائے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ سرائیکی زبان بولنے والے احباب اشعار کے ہر الفاظ کے معنی کا علیحدہ علیحدہ معنی جاننا چاہتے ہیں۔انکے ذہن کو اپنی قوت اور ادراک، افتاد، طبع اور مخصوص مزاج کے مطابق مفاہم خود مرتب کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے چنانچہ میں نے اس ہدایت کی حتی الوسیع پابندی کی ہے تاہم بعض مقامات پر جہاں مزیز وضاحت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے وہاں میں نے اس پابندی کو توڑ دینے کی جسارت بھی کی ہے۔"(6)

ڈاکٹر مہر عبدالحق کے اس اردو نثری ترجمہ شدہ دیوان کی خصوصیت یہ ہے کہ کافیوں کو بہ لحاظ موضوع مختلف عنوانات کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔سندھی، ہندی، بھاشا، یا فارسی آمیز سرائیکی کافیوں کو الگ باب میں رکھا گیا ہے ایسی کافیوں کی تعداد نو ہے۔اسطرح دس کافیاں ایسی ہیں جو قصیدے کے زمرے میں آتی ہیں ان کوں بھی الگ باب کا حصہ بنایا گیا ہے۔اس طرح دو سو باون کافیوں کو گیارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اس کی خاص بات یہ ہے کہ ان میں باہم ربط و تسلسل ہے۔

ڈاکٹر مہر عبدالحق نے سرائیکی کافیوں کا جو ترجمہ کیا ہے وہ فکری اور فنی خصوصیات کا بھی حامل ہے، انہوں نے اردو نثری ترجمے میں خوب محنت کی ہے ان کی کاوش عمدہ اور لائق تحسین ہے اور ان کا ترجمہ بامحاورہ اور متن کے خیال و مفہوم کی عمدگی سے ترجمانی کرتا ہے۔انہوں نے پیام فریدؒ کے عنوان سے اردو نثری میں کافی کا فرد شمار، کافی کا پہلا بول، موضوع، مرکزی خیال، تشریح، الفاظ و محاورات، تلمیحات، کافی کے کل مصرعوں کی تعداد، الفاظ کی تعدا، بحر، وزن اور اختلاف نسخ ایسے تحقیقی مواد کو یکجا کر دیا ہے۔

خواجہ فرید کی شاعری معنوعیت اور تخلیقات کے اعتبار سے اس قدر متنوع اور ہمہ گیر پہلو لیے ہوئے ہے کہ اس شاعری کو پڑھتے ہوئے اور سنتے ہوئے ہر بات معنویت اور تفہیم کے لیے نئے دروازے کھلے ہیں، خواجہ طاہر محمود کوریجہ نے اسی حوالے سے کلام فریدؒ کا نثری اردو ترجمہ کیا ہے، خصوصیت اور تفہیم کے بارے میں پروفیسر اسلم انصاری لکھتے ہیں:

"عظیم شاعری کے بقائی دوام کی سب سے بڑی وجہ اس کی معنوی ہمہ گیری ہوتی ہے وہ
ہر عہد کے لیے با معنی بلکہ نئی معنویت کی حامل ہوتی ہے۔ لیکن اس کے نئے پن کو ہر بار از سرِ نو
دریافت کرنا ضروری ہوتا ہے۔"(7)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ خواجہ طاہر محمود کوریجہ اپنی کاوش کی تکمیل میں کامیاب ہوئے اس دیوان کے متن کو دواوین سے موازنے اور جائزے کے بعد شائع کیا گیا ہے۔یہ بجائے خود عرق ریزی کا کام ہے۔ خواجہ طاہر محمود کوریجہ نے خواجہ غلام فریدؒ کی سرائیکی کافیوں کے اردو نثری ترجمے میں خالص سرائیکی الفاظ کے مقابلہ اور موازنے میں مماثل اور موزوں الفاظ کا انتخاب کیا ہے۔ یہ ان ترجمے کی واضح مثالوں میں سے ایک ہے، اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے نقاد پروفیسر ڈاکٹر سید قاسم جلال لکھتے ہیں، بعض مقامات پر ترجمے بھی طبع زاد تحریر کا گمان ہوتا ہے اور یہ خوبی یقیناً ترجمہ کی سرائیکی اور اردو زبان پر یکساں قدرت اور گرفت کا واضح ثبوت ہے۔ درج ذیل سرائیکی الفاظ کا اردو ترجمہ دیکھیے اور مترجم کی مہارتِ فن ترجمہ کا اندازہ کیجئے:

سرائیکی اردو

دردال کٹھڑی کشتہ درد
گائے، ترٹڑا گردن زدنی
بخت نہ بھلڑا نجت ناموافق
تتی نصیبوں جلی (8)

خواجہ طاہر محمود کوریجہ کے ترجمہ کے مطالعہ کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے سرائیکی زبان کے اصل متن اور اس زبان پر قدرت رکھتے ہیں بلکہ اس زبان کی گرامر، ساخت اور صوتیات کے ساتھ اردو علمی سرمائے اسرار و رموز سے بھی گہری آشنائی رکھتے ہیں ان کا نثری ترجمہ اصل متن کی روح کی از سرِ نو تخلیقی بازیافت ہے۔ خواجہ طاہر محمود کوریجہ نے حقیقت میں منفرد اور چھوتا ترجمہ کیا ہے انہوں نے مترادف اور موافق الفاظ کے چناؤ میں ایک ماہر جوہری کا کردار ادا کیا ہے۔ خواجہ طاہر محمود کوریجہ کے عرق ریزی سے کیے گئے اس اردو نثری ترجمے کے حوالے سے ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر لکھتے ہیں:

"مجھے یقین ہے کہ مولانا عزیز الرحمن کے مرتب کردہ دیوان کی جگہ اب مستقبل میں طاہر محمود
کوریجہ کا مرتب کردہ دیوان ہی مستند قرار پائے گا یہ ایک ایسا اعزاز ہے جس پر جتنا فخر کیا جائے کم
ہے۔"(9)

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے کلام کے اب تک جو اردو نثری ترجمے کیے گئے ہیں وہ تحقیق و تصحیح کے حوالے سب سے قابل قدر کاوش ہے یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ خواجہ طاہر محمود کوریجہ نے اپنی تحقیق کے ذریعے مزید آٹھ کافیوں کا اضافہ کیا ہے لیکن ان کافیوں کا اردو میں نثری ترجمہ نہیں کیا گیا۔

خواجہ طاہر محمود کوریجہ کا مرتب کردہ، قدیم قلمی و مطبوعہ دواوین کا تقابلی جائزہ مستقبل کے دانشوروں اور تحقیق کرنے والوں کے لیے ایک اہم دستاویز ہے۔اس رائے میں وزن ہے کہ خواجہ طاہر محمود کوریجہ نے ترجمہ برائے ترجمہ سے گریز کیا ہے بلکہ انہوں نے ذاتی تحقیق اور علمی استعداد کو استعمال کیا ہے اور بہترین تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار کیا ہے ان کا اردو نثری ترجمہ ولسانی تفہیم کا قابل رشک اور خوبصورت نمونہ ہے اور یہ شعری ترجمہ 2006ء میں شائع ہوا جو 864 صفحات پر مشتمل ہے۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے مکمل دیوان کے اردو میں شعری ترجمے کے علاوہ ان کی کچھ کافیوں کے بھی ترجمے کیے گئے ہیں، ان نامکمل ترجموں میں حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے خلیفہ مولانا محمد یار گڑھی شریف میں بھی کلام فریدؒ کے مترجم ہیں، ان کی شرح دیوان فریدؒ 1956 میں شائع ہوئی یہ شرح بارہ کافیوں پر مشتمل ہے، انہوں نے یہ شرح اردو زبان میں بیان کی ہے، ابلاغ معنی اور تفہیم فریدؒ کے سلسلے میں خشت اول خیال کی جاتی ہے ان کا انداز شرح متاثر کن اور مؤثر ہے۔

1963ء میں مترجم کیفی جام پوری، ریاض انور نے خواجہ فریدؒ کی 159 کافیوں کا اردو ترجمہ ''کلام فریدؒ'' کے عنوان سے شائع کیا گیا یہ 660 صفحات پر مشتمل ہے۔اس کی خاص بات اس کا بامحاورہ ہونا ہے۔پریت مہار، بھی نامکمل ترجمہ ہے، اس کے مترجم ریاض انور اور عبدالکریم تونسوی ہیں۔یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے، اس کے دوسرے حصے میں خواجہ فریدؒ کی گیارہ کافیوں کا اردو نثری ترجمہ شامل ہے۔ترجمہ عام فہم سادہ اور بامحاورہ ہے، مشکل سرائیکی الفاظ یا شعروں کے نیچے مطالب درج کیے گئے ہیں۔

1973ء میں انتخاب دیوان فریدؒ، بہاولپور سے شائع کیا گیا جس میں پروفیسر دلشاد کلانچوی کا کلام فریدؒ کا اردو نثری ترجمہ شامل ہے، انہوں نے خواجہ غلام فریدؒ کی ایک سو کافیوں کی اردو نثری ترجمہ کیا ہے، انہوں نے متاثر کن انداز میں اردو نثری ترجمہ کیا ہے۔ان کی ترجمہ کی اس کتاب کے 282 صفحات ہیں۔

صدیق طاہر بھی خواجہ فریدؒ کے کلام کے مترجم ہیں 1989ء میں کلام خواجہ غلام فریدؒ کے عنوان سے 546 صفحات پر مشتمل کتاب شائع ہوئی۔اس کی خاص بات مشکل سرائیکی الفاظ کا موزوں اردو ترجمہ کیا ہے فرہنگ کے عنوان سے مشکل الفاظ کا ترجمہ 436 صفحات پر مشتمل ہے۔اس نوعیت کا نثری ترجمہ، ''نکات فریدی'' کے

عنوان سے 1984ء میں سرائیکی ادبی مجلس بہاولپور نے شائع کیا یہ ڈاکٹر مہر عبدالحق کی تخلیق ہے جس میں دیوان فریدؒ سے 7816 الفاظ کا حروف تہجی کے متن کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

دیوان فریدؒ تقابلی حواشی و ترتیب جاوید چانڈیو 2005ء میں سرائیکی ادبی مجلس بہاولپور نے دوسری بار شائع کیا اس کی خاص بات مولوی عزیزالرحمن عزیز کا اسرار فریدی کے ساتھ تقابلی مطالعہ اور ڈاکٹر مہر عبدالحق کی لغات کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے اس کتاب کے 656 صفحات ہیں۔ جس میں دیوان فریدؒ پر مختلف زبانوں کے اثرات کے حوالے سے جامع تحقیقی مقالہ شامل ہے۔اس کتاب میں حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی مختلف سندھی کافیوں کے اشعار اور ان کا نثری ترجمہ شامل ہے۔

1989ء میں ملتان سے مترجم ڈاکٹر عبدالحق نے دیوان فریدؒ کے نام سے خواجہ غلام فریدؒ کی چالیس کافیوں کا ترجمہ اور تشریح انتخاب کے طور پر شائع کی اس سے قبل وہ خواجہ فریدؒ سے مکمل دیوان کا اردو نثری ترجمہ شائع کر چکے ہیں۔

1977ء میں روح فریدؒ کے عنوان سے خواجہ فریدؒ کے فن اور شاعری پر مشتمل مقالات شائع ہوئے ہیں یہ مواد 49 صفحات پر مشتمل ہے اس کے مترجم رفیق خاور جسکانی ہیں لاہور سے چار سو صفحات پر مشتمل کلیات خواجہ غلام فریدؒ کے عنوان سے ایک کتاب شائع ہوئی جس میں خواجہ فریدؒ کی کافیوں کی نثری ترجمے کی ساتھ مشکل الفاظ کی شرح اور ترجمہ شامل ہے۔اس کے مترجم محمد افضل خان ہیں'' گوہر شب چراغ'' کے مترجم انور فیروز ہیں، یہ بھی نا مکمل نثری ترجمہ ہے، 108 صفحات پر مشتمل یہ کتاب 1999ء میں لاہور سے شائع کرائی گئی۔اس طرح ''گوہر شب چراغ'' جس کے مترجم بخت آور کریم ہیں نامکمل نثری ترجمہ ہے 112 صفحات پر مشتمل یہ کتاب 1989ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔

''جہان فرید'' جس میں مقالہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی فکر کے مختلف روایت علمی تناظر میں شامل ہے اس میں مترجم محمد سعید احمد شیخ نے خواجہ فریدؒ کی سرائیکی کافیوں کی آزاد نثری ترجمہ کیا ہے۔کلید فریدؒ 2007ء میں ملتان سے شائع ہوئی ترتیب و تحقیق علامہ طالوت ابو محمد منظور بن عبدالمجید آفاقی کی ہے۔اس میں مشکل الفاظ کا اردو ترجمہ ہے خالد اقبال نے ''بھاگ سہاگ'' کے عنوان سے خواجہ فریدؒ کی متعدد سرائیکی کافیوں کی تشریح کی گئی ہے، انوار حمد، ظہور احمد دھریجہ، مجاہد جتوئی، امتیاز فریدی، رفعت عباس، شمیم عارف قریشی، محبوب تابش، محمد اسلم رسول پوری، مزمل حسین، حمید الفت ملغانی، مختار علی شاہ، ارشد ملتانی، جاوید چانڈیو، محمد اسماعیل احمدانی، پروفیسر اسلم

انصاری، محمد اسلم مبتلا، اشو لال، اور محمد اجمل نے 26 کافیوں کے معنی و مفہوم کو فکری پس منظر کے ساتھ وضع کیا ہے۔ اکادمی ادبیات پاکستان نے پاکستان ادب کے معمار کے عنوان سے کتابی سلسلے میں ڈاکٹر طاہر تونسوی کی کتاب ''خواجہ فریدؒ شخصیت و فن'' 2007ء میں شائع کی 189 صفحات پر مشتمل اس کتاب میں حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے اشعار کا حوالہ اردو نثری ترجمہ کے ساتھ دیا گیا ہے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے 2008ء میں 329 صفحات پر مشتمل پاکستان زبانوں کے صوفی شعراء شائع کی جس میں صوفی شعراء کا اردو نثری ترجمہ شامل ہے۔ مرتبہ ڈاکٹر انعام الحق جاوید، جبکہ معاونین میں عبداللہ جان عابد، عبدالواجد تبسم، حاکم برڑو، ضیاء الحق بلوچ شامل ہیں۔ اس میں حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے منتخب اشعار کا اردو نثری ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے کلام کے اردو نثری ترجمہ کرنے والے مترجمین کے کام کا تقابلی جائزہ لیا جائے اور اس کے معیار کو پرکھا جائے اور اس حوالے سے درجہ بندی کی جائے تو خواجہ طاہر محمود کوریجہ کو پہلا درجہ دیا جا سکتا ہے ان کا اردر نثری ترجمہ خیال و مفہوم کو پہلا درجہ دیا جا سکتا ہے۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے سرائیکی کلام کے اردو نثری ترجمہ کے حوالے سے مترجم کے معیار اور اصولوں کے مطابق جائزہ لیا جائے تو مولانا عزیز الرحمن کا اردو نثری ترجمہ دوسرے درجے پر دکھائی دیتا ہے انہوں نے اولین کوشش کی اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی سرائیکی کافیوں کے اردو نثری ترجمہ کی مضبوط بنیاد رکھی۔ ان کا کام کٹھن حالات کے باوجود اچھا اور قابل تحسین ہے کیونکہ جس دور میں انہوں نے نثری ترجمہ کیا، فن ترجمہ سے متعلق نظریات کچھ زیادہ واضح نہیں تھے۔

''پیام فرید'' کے عنوان سے ڈاکٹر مہر عبدالحق نے حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی سرائیکی کافیوں کا اردو نثری ترجمہ کیا انہوں نے اپنے ترجمے میں کافیوں کو موضوعات کے اعتبار سے ترتیب دے کر اگرچہ انفرادیت قائم کی ہے لیکن فکری اور فنی اعتبار سے ان کے ترجمے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ ان کے ترجمے میں بعض جگہوں پر لفظوں کی تکرار ہے اس کے باوجود ان کا کام اردو نثری ترجمہ جدت اور انفرادیت کی خصوصیات رکھتا ہے۔ اب تک جن مترجمین نے کلام فریدؒ کا اردو میں نثری ترجمہ کیا ہے وہ اپنے طور بھرپور صلاحیتوں سے کام لیتے رہے ہیں، اس کا اعتراف بھی ہونا ضروری ہے، اس حوالے سے جدید نصاب ترجمہ کے مطابق فریدؒ کام کی گنجائش موجود ہے۔ آج ترجمہ سے متعلق نظریات، معیار اور اصول اور ضابطے بالکل واضح ہیں۔ جن سے بطریق احسن رہنمائی حاصل کی جا سکتا۔ ترجمہ چونکہ بجائے خود ایک فن ہے اس کے لیے ضروری نہیں کہ ایک عالم فاضل شخص اچھا ترین

مترجم بھی ہو۔ تاہم کلام فرید کے اردو نثری ترجمہ نگاروں کے حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اونچی بساط اور ترجمے کی حکمت عملیوں کو اپنے طور پر خوب آزمایا ہے۔

ماخذ:

(۱) مرزا حامد بیگ ڈاکٹر، مغرب کے نثری تراجم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع اول 1998، صفحہ نمبر 5

(۲) سجاد حیدر پرویز، ڈاکٹر، فریدتے فریدیت، اشاعت 2006، صفحہ 57

(۳) عزیزالرحمن عزیز، مترجم؛ دیوان فرید، بار چہارم، 1995، صفحہ 11

(۴) عزیزالرحمن عزیز، مترجم؛ دیوان فرید، صفحہ 14

(۵) نوراحمد فریدی، مترجم؛ دیوان فرید، 1984، صفحہ 12

(۶) عبدالحق مہر، ڈاکٹر، پیام فرید، ملتان: سرائیکی ادبی بورڈ، 1987، صفحہ 13

(۷) اسلم انصاری، ڈاکٹر، ترجمان فکر فرید، دیوان فرید، ستمبر 2006، صفحہ 19-20

(۸) قاسم جلال، ڈاکٹر، نسخہ طاہر محمود، مشمولہ دیوان فرید، 2006، صفحہ 37

(۹) نصراللہ خان ناصر، ڈاکٹر، مضمون "جواہر وافکار"، شمولہ دیوان فرید، 2006، صفحہ 33